(۱۵)

تربیت کا صحیح طریق تبلیغ ہی ہے

(فرمودہ ۲۰- اپریل ۱۹۳۴ء بمقام لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

جس قدر انبیاء اور مأمورین دنیا میں آتے ہیں ان کا سب سے پہلا کام تبلیغ ہوتا ہے اور تبلیغ کے ذریعہ جو لوگ سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں، ان کی وہ علمی اور عملی تربیت بھی کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کی تبلیغ تربیتِ نفس کا پہلو بھی اپنے اندر رکھتی ہے اور وہ ایسے دلائل اختیار کرتے ہیں جو مذہب کی صداقت کے ثبوت کے ساتھ ساتھ اصلاحِ نفس بھی کرتے جاتے ہیں اور جب کوئی شخص اس مذہب کی حقیقت معلوم کرکے اس میں داخل ہوتا ہے تو ساتھ ہی اس کے نفس کی اصلاح بھی ہوجاتی ہے۔

ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہیں تو عیسائیوں، ہندوؤں، غیراحمدیوں، سکھوں، یہودیوں غرض ہر قوم کو آپ نے مخاطب کیا اور تبلیغ کی لیکن وہ طریق جو آپ سے پہلے رائج تھا، اسے چھوڑ دیا۔ آپ کی کتابوں اور ڈائریوں کے پڑھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کے اندر تبلیغی روح کی جو کمی تھی آپ نے اس میں جوش نہیں پیدا کیا۔ اس کیلئے کسی مامور کی ضرورت نہیں ہؤا کرتی۔ کوئی جوشیلا شخص اٹھتا ہے اور مُردہ قوم کے دلوں میں جوش پیدا کردیتا ہے۔ آپ نے طرزِ تبلیغ کو بدل دیا ہے۔ آپ بھی دعویٰ سے پہلے اُسی پرانے رنگ کی اتباع کرتے تھے۔ چنانچہ سُرمہ چشم آریہ میں بحث کی بنیاد اگرچہ ایک حد تک مختلف ہے مگر تھوڑی سی ترمیم اور غلطیوں کو دور کرنے کے بعد حقیقتاً پہلے ہی رنگ کو اختیار کیا گیا

ہے۔ کیونکہ اُس وقت تک آپ نے دعویٰ نہیں کیا تھا۔ براہین احمدیہ چونکہ خاص طور پر الہامِ الٰہی کے ماتحت لکھی گئی تھی اس لئے اس میں دوسری تحریروں سے بہت کچھ امتیاز نظر آتا ہے تاہم ایک رنگ کا اشتراک بھی پایا جاتا ہے مگر جب آپ نے دعویٰ فرمایا تو اُس وقت سے لے کر وفات تک آپ کی تحریر و تبلیغ کا رنگ بالکل جُداگانہ ہے۔

دونوں زمانوں کی تحریرات پڑھ کر دیکھ لو' صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کی تحریرات کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ انہیں پڑھنے والے اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوجائیں مگر بعد میں جو کتابیں آپ نے لکھی ہیں' ان کی یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ سچے مسلمان بن جائیں' صرف نام کے طور پر اسلام میں داخل نہ ہوں منہ سے کلمہ نہ پڑھیں بلکہ دل سے پڑھیں۔ فلسفیانہ دلائل اور عقلی بحثیں بھی بے شک آپ کی تحریروں اور تقریروں میں موجود ہیں مگر بالکل ضمنی طور پر، وگرنہ انہی دلائل پر زیادہ زور ہے جو خدا کے قریب کرنے والے ہیں۔ دعویٰ سے پہلے کی تحریرات میں آپ نے یہ بحثیں کی ہیں کہ سبب کیا ہے' عِلّت کیا ہے' ان کے نتائج کیا ہیں' خواص کیا ہیں اور ان سے خداتعالیٰ کے متعلق کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ میں اگرچہ اس رنگ کو جو غلط طور پر اختیار کیا گیا تھا ردّ بھی کیا ہے مگر ساتھ ہی اس مضمون کو استعمال بھی کیا ہے۔ سرمہ چشم آریہ میں بھی ایک حد تک اسے استعمال کیا ہے مگر دعویٰ کے بعد یہ سب طریق آپ نے بدل دیئے۔ اس وقت آپ نے زندہ مذہب اور زندہ خدا کو پیش کیا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ جاؤ جاکر ارد گرد رہنے والوں سے پوچھو کہ ان گھروں میں کوئی رہتا ہے یا نہیں بلکہ یہ کہ آؤ تمہیں دکھاؤں ان میں جو رہتا ہے۔ یہ دلائل ایسے ہوتے ہیں جن سے تزکیہ نفس ساتھ ساتھ ہی ہوتا جاتا ہے۔ جو شخص کہتا ہے کہ دنیا کا کوئی خالق ہونا چاہیئے اس میں اور جو خالق کو دکھا دیتا ہے' بہت بڑا فرق ہے۔ جو شخص روح کی حقیقت دیکھنے کیلئے عقلی دلائل کے پیچھے پڑتا ہے' اسے روح کی صفائی کیلئے اور امداد کا محتاج ہونا پڑتا ہے مگر جو خدا کے ہاتھ میں ہاتھ دے دے' وہ روح کے کاموں کو خود محسوس کرنے لگتا ہے اور خودبخود ہی اس کی روح کی اصلاح ہوجاتی ہے' اس لئے اسے کسی مزید دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جب کسی کو روح کی حقیقت معلوم ہوجائے تو ساتھ ہی اسے صفائی کی طاقت بھی حاصل ہوجاتی ہے اور یہی انبیاء کا رنگ ہوتا ہے۔ وہ بے تعلق اور لغو بحثوں میں وقت ضائع نہیں کرتے جو دنیا کی دلچسپی کا تو بیشک موجب ہوسکتی ہیں مگر

تزکیۂ نفس کا سبب نہیں بن سکتیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لیکچر لاہور جو حضرت خلیفہ اول نے پڑھا تھا' اس میں آپ نے اس مضمون پر بحث کی ہے کہ کوئی شخص اپنے بچے سے محبت کرنے سے قبل یہ معلوم نہیں کیا کرتا کہ اس کا دل یا جگر کہاں ہے' معدہ کہاں ہے' کیا اسے اپنا بچہ تسلیم کرنے سے قبل ان باتوں کو معلوم کرنا ضروری سمجھا کرتا ہے یا جس وقت بچہ کو اس کے سامنے لایا جائے وہ بغیر ایسی تفصیلات معلوم کرنے کے اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ پھر ان بحثوں میں پڑنے کا کیا مطلب کہ خدا نے کس طرح انسان کو پیدا کیا' اس کی ازلیّت وابدیّت کا کیا مطلب ہے' جب یہ معلوم ہوگیا کہ وہ دنیا کا خالق ہے تو یہ سوالات بے معنی ہیں جو غیریت پر دلالت کرتے ہیں۔ جہاں قُرب ہو وہاں ایسے سوال پیدا ہی نہیں ہوسکتے۔ اس طرح انسان تمام لغو بحثوں سے بچ جاتا اور ایسا رستہ اختیار کرسکتا ہے کہ جس سے نہ صرف اس کی عقل و فکر تسلی پالیتی ہے بلکہ شعور اور حسّ میں بھی تقویت حاصل ہوجاتی ہے اور اس کے اندر نیک تغیر پیدا ہوجاتا ہے۔ ایسا تغیر جو اصلاح کرکے اسے خداتعالیٰ کے قریب کرنے والا ہوتا ہے۔ یہی طریق ہے جو تمام انبیاء کا ہے یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اختیار کیا اور یہی ہے جو دنیا میں کامیابی کی راہ پر چلاتا ہے۔ پس جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ انبیاء کا کام تربیت کرنا ہوتا ہے' وہ غلطی پر ہیں۔ ہماری جماعت کے بھی بعض دوست اس خیال کے ہیں کہ ہمیں تبلیغ سے زیادہ تربیت پر زور دینا چاہیئے' حالانکہ اس تبلیغ کے ساتھ ہی تربیت ہوتی ہے۔ جب ہم لوگوں کے سامنے زندہ خدا' بولنے اور سننے والا خدا اور روزمرہ کے معاملات میں دخل دینے والا خدا پیش کرتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی تربیت بھی ہوتی جاتی ہے۔ ہاں انسانوں میں نقائص اور کمزوریاں ہوتی ہیں مگر وہ عدمِ تربیت پر دلالت نہیں کرتیں بلکہ وہ تکمیل کے پہلو ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے اور ہمیشہ جاری رہتے ہیں۔ اصل چیز یہی ہے کہ ایسی اصلاح کی جائے کہ خدا کی محبت دل میں پیدا ہوجائے اور جب یہ پیدا ہوجائے تو کمزوریاں آہستہ آہستہ خودبخود دور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ تبلیغ پر زور دیتے تھے۔ ڈاکٹر عبدالحکیم نے اعتراض بھی کیا کہ آپ جماعت بڑھانے کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور تربیت پر زور نہیں دیتے۔ آپ نے اس بات کو تسلیم نہ کیا بلکہ اسے کہا کہ تمہاری روحانی نظر کمزور ہے۔ ہر شخص جو میرے ذریعہ جماعت میں داخل ہوتا ہے' اس کی تربیت ساتھ ہی ہونی شروع ہوجاتی ہے۔ تو انبیاء کی تبلیغ کا

طریق یہی ہے کہ تربیت ساتھ ساتھ ہوتی جائے۔ وہ زندہ خدا کو پیش کرتے ہیں، زمین و آسمان میں اس کی قدرتیں، اپنے اور خود زیرِ تبلیغ لوگوں کے نفوس میں اس کی قدرت کے کرشمے دکھاتے ہیں، جنہیں دیکھ لینے کے بعد کس طرح ممکن ہے کہ نفس اسی مقام پر رہ سکے جہاں وہ دیکھنے سے پہلے تھا۔ اس کے اندر یہ تڑپ پیدا ہوجاتی ہے کہ خدا سے ملوں اور اس طرح داخل ہونے والا کبھی غافل نہیں رہ سکتا۔ ایسا محرک اس کے اندر پیدا ہوجاتا ہے جو کبھی اسے لاپرواہ ہونے نہیں دیتا۔ جس طرح وہ ماں جس کا بچہ کھو گیا ہو یا وہ بچہ جو اپنی ماں سے جُدا ہو گیا ہو نیند آنے پر وہ بھی سوتے اور بھوک لگنے پر وہ بھی کھاتے ہیں مگر دنیا کی لذتیں انہیں ایک دوسرے کی محبت سے ہمیشہ کیلئے غافل نہیں کرسکتیں اور غالب خیال ان کے دل میں ایک دوسرے سے ملنے کا ہوتا ہے۔ اسی طرح جب خدا کے فضلوں کا مشاہدہ کرکے انسان اسے قبول کرتا ہے تو چاہے وہ دنیا کے کام کرے مگر پھر بھی ہمیشہ اس کے دل میں یہی خیال غالب رہے گا کہ ایک منزلِ مقصود ہے جس کیلئے میں سفر کر رہا ہوں اور ایک مقصد ہے جسے حاصل کرنے کیلئے لگا ہوا ہوں۔ یہ آگ جب لگتی ہے تو خودبخود اصلاح کردیتی ہے۔ دنیا میں دو ہی طریق کسی چیز کے بنانے کے ہیں، ایک گھڑ کر دوسرے پگھلا کر، پگھلا کر سانچے میں ڈھالنے سے بھی اور ہتھوڑے سے کُوٹ کر بھی چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ محبتِ الٰہی کے ذریعہ جو اصلاح ہو وہ پگھلا کر ڈالنے کی طرح ہوتی ہے۔ اور اعمال کی درستی کرکے جو اصلاح کی جائے وہ ایسی ہے جیسے ریتی سے رگڑ رگڑ کر یا ہتھوڑے سے کُوٹ کُوٹ کر کوئی چیز بنائی جائے اور بیشک اس طرح اصلاح ہوجاتی ہے لیکن اس کیلئے لمبا عرصہ درکار ہوتا ہے لیکن جس طرح پگھلا کر ایک سیکنڈ میں چیز تیار کی جاسکتی ہے، اسی طرح محبتِ الٰہی کے ذریعہ اصلاح کا طریق فوری ہوتا ہے اور اس میں تبلیغ اور تربیت دونوں چیزیں شامل ہوتی ہیں اس لئے انبیاء تبلیغ پر ہمیشہ زور دیتے ہیں۔ نادان اس پر اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اپنی شہرت چاہتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ صحیح طریق یہی ہے۔ اس لئے اگر ہم تبلیغ پر زور دیتے ہیں تو ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنے نفسوں کی اور دوسروں کی اصلاح ہمارے مدنظر ہوتی ہے۔ یہ بحثیں کہ زمانہ کیا ہے، مقام کیا ہے، سب لغو اور فضول بحثیں ہیں۔ ان میں پڑنے کے بغیر ہر شخص جانتا ہے کہ میں وہاں گیا تھا یا وہاں جاؤں گا اور فلاں وقت جاؤں گا پس کون ہے جو زمانہ اور مقام سے واقف نہیں اور جن تفصیلات کا

روحانیت سے کوئی تعلق نہیں ان میں پڑنے کا فائدہ کیا ہے۔ میں نے اپنی جماعت میں ہی اس کا تجربہ کیا ہے۔

مولوی عمرالدین صاحب شملوی جنہیں مباحثہ پسند طبائع رکھنے والے لوگ خوب جانتے ہیں اور جو بعض اوقات ہماری طرف سے مباحثات کیا کرتے تھے' ان کے متعلق مَیں ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ ان کا انجام مجھے اچھا نظر نہیں آتا۔ وہ ہمیشہ ایسی باتوں میں وقت ضائع کرتے رہتے تھے جن کا انسانی زندگی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ مثلاً یہ کہ خدا نے انسان کو کیسے پیدا کیا' ازلیّت کے کیا معنی ہیں' خدا اور مادہ کا کیا تعلق ہے۔ میں ہمیشہ ان کو سمجھاتا تھا کہ جن باتوں کو سمجھنے کی آپ میں قابلیت نہیں ان میں پڑنے کا کیا فائدہ ہے تمہارا ان باتوں سے کیا تعلق ہے تمہیں تو صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ تمہارے ساتھ خدا کا معاملہ کیا ہے۔ مادہ کہاں سے آیا' اس سے تمہیں کیا مطلب۔ آخر ایک وقت آگیا کہ ان کو ٹھوکر لگی اور ایسے امر میں لگی کہ درست مذہبی روح رکھنے والے شخص کو ہرگز نہیں لگ سکتی تھی اور اب وہی مسائل جن پر کبھی وہ ہماری طرف سے مباحثات کیا کرتے تھے' ان میں ہم سے بحثیں کرتے ہیں حالانکہ آخر وقت تک وہ یہ اقرار کرتے رہے ہیں کہ گو میرے مباہلہ والوں سے تعلقات ہیں مگر جب میں جماعت احمدیہ سے مسائل میں پورا پورا اتفاق رکھتا ہوں اور ان کو اچھی طرح سمجھتا ہوں تو جُدا کیسے ہوسکتا ہوں۔ مگر ان کی اس قسم کی باتیں اس امر کا ثبوت تھیں کہ انہوں نے جو کچھ سمجھا تھا' عقلی طور پر سمجھا تھا روحانی طور پر کچھ حاصل نہیں کیا تھا' اسی وجہ سے آخر ٹھوکر کھاگئے۔ پس تبلیغ کا حقیقی طریق یہی ہے کہ وہ نشان جو زندہ خدا نے ظاہر کئے انہیں اپنی زندگیوں میں اور مخالفوں کی زندگیوں میں دکھائیں اور اس طرح جو شخص سلسلہ میں داخل ہوگا' اس کے اندر خداتعالیٰ کی محبت کی آگ سُلگ جائے گی اور باوجود کمزوریاں رکھنے کے وہ خدا کا مقرب ہوجائے گا۔ اس کی مثال ایسے بیمار کی سی ہوگی جو تندرستی کی طرف آرہا ہو۔ جب بیماری گھٹنے لگتی ہے تو اگرچہ تکلیف موجود ہوتی ہے مگر بیمار صحت کی طرف آرہا ہوتا ہے اور اس لئے وہ تندرست کہلا سکتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص بظاہر تندرست نظر آئے مگر بہ باطن اس کے اندر بیماری کے جراثیم پیدا ہوچکے ہوں جو چند گھنٹوں یا چند دنوں میں اسے بیمار کردینے والے ہوں' وہ دراصل بیمار ہے کیونکہ جو بیمار نظر آتا ہے اس کے اندر تندرستی کا مادہ پیدا ہوچکا ہے اور جو تندرست دکھائی دیتا ہے' اس کے اندر بیماری کے جراثیم پیدا ہوچکے

ہیں۔ پس جس کے دل میں خدا کی محبت پیدا ہوجاتی ہے' وہ باوجود بیمار اور کمزور نظر آنے کے تندرست ہوتا ہے کیونکہ وہ تندرستی کی طرف آرہا ہوتا ہے اور تھوڑے عرصہ میں مکمل طور پر تندرست ہوجائے گا۔

پس یاد رکھو کہ تبلیغ اور سلسلہ حقّہ کی تبلیغ سب پہلو اپنے اندر رکھتی ہے اور بہترین کام یہی ہے۔ اس لئے میں متواتر جماعت کو اس طرف متوجہ کرتا رہتا ہوں اور لاہور کی جماعت کو خاص طور پر اس طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں کیونکہ یہاں میں بار بار آتا ہوں۔ یہاں میری ایک شادی بھی ہوئی ہے اس لحاظ سے مجھے یہ بھی ایک قسم کا اپنا وطن ہی معلوم ہوتا ہے مگر افسوس ہے کہ دوستوں نے میری طرف سے بار بار توجہ دلائے جانے کے باوجود ابھی تک وہ رنگ اختیار نہیں کیا جو انہیں کرنا چاہیئے تھا اور جب بھی میں نے غور کیا ہے اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کمزوری جماعت کی طرف سے ہے وگرنہ اللہ تعالیٰ نے ہماری ترقی کے رستے کھول رکھے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے جو لوگ تبلیغ میں لگے رہتے ہیں' انہیں کامیابی بھی حاصل ہوجاتی ہے کیونکہ وہ ایسے طریق اختیار کرتے ہیں جن سے اچھے نتائج پیدا ہوسکیں۔ مگر بعض لوگ منہ سے ایک دفعہ بات کرنا ہی کافی سمجھ لیتے ہیں اور جب ان کی بات نہ مانی جائے تو پھر ناراض ہوکر الگ ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی سنتا تو ہے نہیں' سنانے کا کیا فائدہ۔ میں پھر جماعت کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ تبلیغ میں اپنی بھی اور دوسروں کی بھی تربیت شامل ہے۔ جسے تبلیغ کی جائے وہ اگر احمدی نہ بھی ہو تو بھی اس کے اندر کچھ نہ کچھ تغیر ضرور پیدا ہوجائے گا۔ وہ عبادت اور دعا شروع کردے گا' سلسلہ کے خلاف شرارت اور بدزبانی کرنا چھوڑ دے گا۔ پس دوستوں کو صحیح طریق سے اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ جو لوگ مواقع سے بہتر فائدہ نہیں اُٹھاتے ان کے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے مہیا کردہ سامانوں سے فائدہ اُٹھانا بہت ضروری ہوتا ہے۔ میں لاہور کے کارکنوں سے کہتا ہوں کہ سنجیدگی سے اس طرف دھیان دیں کیونکہ جو لوگ باتیں سنتے مگر ان پر عمل نہیں کرتے' ان کے قلوب زنگ آلود ہوجاتے ہیں۔ میں نے یہاں اتنی دفعہ دوستوں کو ان کے فرائض کی طرف متوجہ کیا ہے کہ اب بھی اگر انہوں نے توجہ نہ کی تو ان کے دلوں پر زنگ لگ جائے گا۔ سوتے ہوئے انسان کو نماز کیلئے جگانے کی خاطر تم ایک آواز دیتے ہو' دو تین دیتے ہو لیکن جب دیکھتے ہو کہ وہ ضد سے لیٹا ہوا ہے تو اسے چھوڑ دیتے ہو کہ اگر وہ دیدہ دانستہ عبادت سے محروم رہنا

چاہتا ہے تو رہے۔ اسی طرح جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ بیدار کرتا ہے اور وہ توجہ نہیں کرتے پھر وہ ان کے دلوں پر مُہر لگا دیتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس طرف توجہ کی جائے اور تبلیغ کا صحیح طریق اختیار کیا جائے۔ لاہور میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی جماعت ہے اس وقت بھی کئی سَو دوست یہاں موجود ہیں اور کئی سَو ایسے ہوں گے جو دفاتر میں چھٹی نہ ہونے یا بہت دور ہونے کی وجہ سے شامل نہیں ہوسکے۔ میں سمجھتا ہوں یہاں کم از کم دو ہزار کے قریب احمدی ہوں گے اور اتنی بڑی جماعت قادیان سے باہر (جہاں ۶ ہزار احمدی ہیں) کہیں نہیں ہوگی مگر اتنی بڑی جماعت سے اتنا فائدہ نہیں اُٹھایا جاتا جتنا اُٹھایا جانا چاہیئے۔ اس کا ایک طریق یہ ہے کہ میری موجودگی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کارکن ایک اجلاس کریں اور پھر میری موجودگی میں ایک جنرل اجلاس کیا جائے اور ایک سکیم تجویز کرکے ہر شخص کے ذمہ ایک کام لگایا جائے۔ یہ طریق کام کرنے کا ہے لیکن اگر ہر شخص یہ سمجھ لے کہ "تورا اشنان سو مورا اشنان"۔ تو پھر کچھ نہیں ہوسکتا۔ جماعت کے امراء کا فرض ہے کہ وہ دیکھیں ہر فردِ جماعت کام کررہا ہے یا نہیں اور جو نہ کریں انہیں سمجھائیں' تنبیہہ کریں اور پھر بھی کوئی سُستی ترک نہ کرے تو میرے پاس رپورٹ کریں۔

عضوِ معطّل ترقی میں روک ہوتا ہے اور اس کا کاٹ دیا جانا ہی مفید ہوتا ہے۔ مگر جب تک ہر فرد تک امیر جماعت پہنچتا اور اسے بیدار کرنے کی کوشش نہیں کرتا' اُس وقت تک دوسرا موردِ الزام نہیں ٹھہر سکتا۔ میں نے دیکھا ہے عام طور پر امراء افراد کی حالت سے واقف ہی نہیں ہوتے حالانکہ ابھی جماعتیں چھوٹی چھوٹی ہیں۔ جلسہ کے موقع پر جب امراء جماعتوں کو مجھ سے ملاقات کرانے کیلئے لاتے ہیں تو چند بڑے بڑے آدمیوں کا نام بتا کر باقیوں کے متعلق دوسروں سے کہتے ہیں کہ ان کا تعارف کرائیں۔ میں جماعت کے کم سے کم دس ہزار افراد سے واقف ہوں اور کوئی ایسی جماعت نہیں ہے جس میں دس ہزار آدمی ہوں بلکہ کوئی جماعت تین چار ہزار کی بھی نہیں سوائے قادیان کے جہاں ۶ ہزار احمدی ہیں۔ مگر امراء کی واقفیت کا یہ حال ہے کہ سَو پچاس کی جماعت میں سے بھی صرف نصف کے حالات سے آگاہ ہوتے ہیں۔ امراء کا فرض ہے کہ ہر شخص کے کام اور اس کے حالات سے آگاہ ہوں' ساری جماعت کے ماہوار اجتماع کا انتظام کریں اور سب دوستوں سے شناسائی پیدا کریں۔ وہ ایک دفعہ بھولیں گے' دوسری دفعہ بھولیں گے لیکن آخر ان کو یاد ہوجائے گا۔ حکیم محمد حسین صاحب مرحوم احباب

سے خوب واقف رہتے تھے مگر اب تو میں نے دیکھا ہے زیادہ سے زیادہ چندہ لینے والے واقف ہوں گے کیونکہ ان کو ہر ایک کے پاس جانا پڑتا ہے مگر وہ واقفیت تربیت کیلئے مفید نہیں ہو سکتی بلکہ کمزور لوگ چندہ والے کو دیکھ کر ہی دوسرے رستے سے نکل جاتے ہیں لیکن امیر اگر ہر ایک سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کرے تو اسے لوگ محسوس کریں گے اور اس کا اچھا اثر ہوگا- پس ایک تو کارکنوں کا جلسہ کیا جائے بلکہ اور بھی دس پندرہ دوستوں کو اس میں شامل کرلیا جائے کیونکہ کارکن تھوڑے ہوتے ہیں- اس کے بعد ایک جنرل میٹنگ کی جائے اور فرداً فرداً تبادلہ خیالات کرکے ہر ایک کے سپرد کام کیا جائے-

میں بھی شاید پانچ چھ دن یہاں ہوں اور جماعت اس سے فائدہ اُٹھا سکتی ہے- احباب کو چاہیئے کہ اس طرح کام کریں کہ جب میں پھر یہاں آؤں تو بجائے اس کے کہ پھر اسی بات کی طرف توجہ دلاؤں یہ دیکھوں کہ جن کے سپرد جو کام کیا گیا تھا' اسے انہوں نے پوری سرگرمی سے کیا ہے- میرا خیال ہے کہ اگر صحیح طریق پر کام کیا جائے تو تھوڑے ہی عرصہ میں جماعت دُگنی ہو سکتی ہے- ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہو اور میں نے بہت سرگرم کارکن دیکھے ہوئے ہوں- کہتے ہیں خلفائے بغداد کے زمانہ میں ایک حجام کو کسی امیر نے پانچ صد اشرفیاں دیں وہ ہر وقت اُن کو ساتھ لئے پھرتا- امراء دل لگی کیلئے اُس سے پوچھتے کہ سناؤ شہر کا کیا حال ہے تو وہ کہتا کہ بہت اچھا ہے کوئی کمبخت ایسا نہ ہوگا جس کے پاس پانچ صد اشرفیاں نہ ہوں- آخر انہوں نے اُسے ستانے کیلئے ایسا کیا کہ جب وہ ایک امیر کے ہاں حجامت بنانے گیا تو اس کی تھیلی اُڑا لی گئی- اس کے بعد اس سے پوچھتے کہ شہر کا کیا حال ہے تو وہ کہتا کہ شہر بھوکا مر رہا ہے- آخر اُس کی تھیلی اسے دے دی گئی کہ یہ لے لو اور شہر کو بھوکا نہ مارو- تو ممکن ہے مجھے غلط فہمی ہو بلکہ میری غلطی ہو لیکن اگر دُگنا نہ سہی تو ڈیوڑھی یا سوائی ہی سہی' اور جماعت سوائی بھی ہر سال ہونے لگے تو چار سال میں دُگنی ہو سکتی ہے- پھر ہمارے ملک میں تو سُود دَر سُود کا رواج ہے اور کوئی وجہ نہیں تبلیغ میں ہم اسے مدنظر نہ رکھیں- اس طرح پھر اس دُگنی کا سوایا ہوگا اور دس سال میں جماعت دس بیس گُنا زیادہ ہو سکتی ہے- ترقی کیلئے رستہ کھلا ہے مگر افسوس کہ پوری توجہ نہیں کی جاتی اس لئے میں جماعت کے دوستوں کو بالعموم اور امیر صاحب جماعت لاہور کو بالخصوص اس طرف متوجہ کرتا ہوں- وہ نوجوان آدمی ہیں اچھی طرح چل پھر سکتے اور کام کرسکتے ہیں- یہ ان کی صحت کیلئے بھی مفید ہوگا کیونکہ جس کام سے

دلچسپی پیدا ہوجائے' اس کا کرنا صحت کیلئے بھی مفید ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے صحت کی خرابی کے باوجود جب کوئی کام آپڑے تو میں اسے ضرور کرتا ہوں۔ ایک دفعہ ایک غیراحمدی مجھ سے ملنے آئے' اب تو وہ مخلص احمدی ہیں' کہنے لگے ایک چیز میری سمجھ میں نہیں آتی۔ آپ ہمیشہ کہتے ہیں میں بیمار ہوں' گلا خراب ہے مگر پھر بھی چھ چھ گھنٹے تقریریں کرتے رہتے ہیں۔ یا تو یہ سارا فریب ہے یا پھر کوئی خاص دوائی آپ کو معلوم ہے۔ بات یہ ہے کہ ضرورت کے وقت خداتعالیٰ توفیق دے دیتا ہے اور جب دلچسپی پیدا ہوجائے تو وہ بھی صحت میں ترقی کا موجب ہوا کرتی ہے اس لئے امیر صاحب اگر دلچسپی لیں تو سلسلہ کا کام ان کیلئے ورزش کا کام بھی دے گا۔ میں ابھی کچھ دن یہاں ہوں۔ پیر تک پتہ لگے گا کہ میری لڑکی کا آپریشن ہوگا یا نہیں اگر نہ ہوا تو بھی اور ہوا تو بھی چار پانچ دن بعد مَیں رہ کر چلا جاؤں گا۔ امید ہے یہاں کے دوست میری موجودگی سے فائدہ اٹھائیں گے اور کام شروع کردیں گے اور اگر وہ اس طرح کریں تو ممکن ہے آئندہ آکر پھر ایسا ہی خطبہ پڑھنے کی بجائے میں کام کرنے والوں سے دریافت کروں کہ وہ کس قدر کام کر رہے ہیں۔ اس کے بعد جو اندازہ میں کرسکوں گا کہ تبلیغ کا میدان کس قدر وسیع ہے' وہ زیادہ صحیح ہوگا۔

(الفضل ۲۶۔ اپریل ۱۹۳۴ء)